موت سے قبر تک
مصنف
مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت
مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی
www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدک یا رحیم یا کریم والصلوٰۃ والتسلیم علی النبی الرؤف الرحیم

وعلیٰ آلہ واصحابہ وحزبہ العظیم

امابعد! سفر کی اہمیت کے مطابق مسافر سامان تیار کرتا ہے اگر لاہور جانا ہو گا تو لاہور کے مطابق اگر کراچی جانا ہو گا تو کراچی کے مطابق اگر حرمین طیبین جانا ہو گا تو حرمین طیبین کے مطابق۔ بنابریں(اسی بنیاد پر، اسی وجہ سے) مسافرِ آخرت بھی ذرا غور فرمائیں کہ مجھے کس سفر کو جانا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا ، فَاِنَّهُ اَهْوَنُ عَلَيكُمْ فِي الْحِسَابِ غَدًا اَنْ تُحَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ [1]

یعنی اے لوگو! اپنے اعمال کا حساب کر لو، اِس سے پہلے کہ قیامت آجائے اور تم سے اِن کا حساب لیا جائے، کیونکہ آج کے دن اپنا محاسبہ کر لینا قیامت کے دن حساب دینے سے آسان ہے اور اپنے آپ کو قیامت کے اُس دن کے لیے تیار کرو جس دن تمہاری کوئی خطاء تم سے پوشیدہ نہ رہے گی۔

فائدہ: سب سے بڑی تیاری سفر آخرت کے لئے اپنے گناہوں سے سچی توبہ ہے۔ اِس میں کسی قسم کی کمی کو تاہی نہ کریں۔ بالخصوص حقوقُ العباد میں تو بال برابر بھی خامی نہ ہو۔ خدانخواستہ کوئی کمی رہ گئی تو سخت مشکلات کا سامنا ہو گا۔ چنانچہ احادیثِ مبارکہ میں ہے۔

۱) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ [2]

یعنی قیامت میں صاحبِ حقوق کو حقوق ادا کئے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کے حقوق کے لئے سینگ والی سے بدلہ لیا جائے گا۔

۲) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ [3]

---

[1] (ذم الهوىٰ، ص39، مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت)

[2] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، 1997/4، الحديث 2582 4679، دار إحياء الكتب العربية)

(سنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص، 531/4، الحديث 2420، دار الكتب العلمية)

[3] (صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل فحللها له هل يبين مظلمته، 865/2، الحديث 2317، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ / 1993م)

یعنی جس کے کسی بھائی مسلم پر حقوق ہیں مال سے یا عزت سے اُس سے آج معاف کرا لے اِس سے قبل کہ اُس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم اگر کسی کے حقوق رہ گئے تو اُن کے بدلے اعمال صالحہ لے کر صاحبِ حق کو دیئے جائیں گے جتنا اِس کا حق ہے ورنہ برائیاں سر پر رکھی جائیں گی۔

سوال: اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (پارہ ۲۲، سورۃ فاطر، اٰیت۱۸) (**ترجمہ:** اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔) پھر قیامت میں ایک کے بُرے اعمال دوسرے کو کیوں دیئے جائیں گے جب کہ اِس نے یہ بُرے اعمال کئے نہیں تو سزا کیسی؟

جواب: اللہ عزوجل مالک ہے جسے چاہے معاف کرے۔ بندوں کو اُس بُرائی کے متعلق پہلے ہی خبر دی ہے

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (پارہ۲۰، سورۃ العنکبوت، اٰیت۱۳)

ترجمہ: اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ۔

اور یہ بُرائی دراصل اِس کو اپنے بُرے عمل کی حاصل ہو رہی ہے کیونکہ وہ حقوق جو اِس نے دنیا میں کھائے اِس نے اُن سے فائدے اٹھائے اور جس کے کھائے اُس بیچارے نے تکلیفیں اٹھائیں تو اُن کا صلہ دونوں کو آخرت میں یونہی ملنا چاہیے۔ لہٰذا دنیا میں جس کسی کے حقوق ہوں اگرچہ قلیل ہی سہی اَدا کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ اِمام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

أَنَّهُ لَوْ كَانَ عَلَى الْعَبْدِ دَانَقٌ وَلَهُ عَمَلُ سَبْعِينَ نَبِيًّا مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُؤَدِّيَ ذَلِكَ الدَّانَقَ [4]

یعنی اگر کسی پر کسی کا ایک ٹیڈی (چھوٹا پیسا) بھی ہو اور اُس کے اعمال ستّر (۷۰) نبیوں جیسے ہوں تب بھی جنت میں نہ جائے گا یہاں تک کہ وہ ٹیڈی (چھوٹا پیسا) ادا کرے۔

اِس کے بعد فرمایا: أنه يعطي لصاحب الدانق فى دانقه يوم القيامة سبعمائة صلاة مقبولة، فلا يرضيه ذلک [5]

(مختصر تذکرہ، صفحہ۵۴)

یعنی صاحبِ حق کو ایک ٹیڈی (چھوٹا پیسا) کے عوض سات سو (۷۰۰) مقبول نمازیں دی جائیں گی تو بھی وہ اِن سے راضی نہ ہو گا۔

اِن اعمال سے بھی زائد کی طلب کرے گا۔ ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم دنیوی معاملات میں اپنے مسلمان بھائیوں کے کتنے حقوق تَلَف (برباد) کر چکے ہیں اگر کسی کا حق تلف نہیں فرمایا تو آپ کو مبارک ورنہ اپنی زندگی میں ہی اپنا کام بنائیے ورنہ پچھتانا پڑے گا۔

---

4) (مختصر تذكرة القرطبي المسماة (التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة)، أبواب الموت والبعث والثواب والعقاب الخ، باب ما جاء في القصاص يوم القيامة لمن استطال في حقوق الناس وفي حسبه لهم حتي ينتصفوا منه، ص113، الحديث2317، دار الكتب العلمية، بيروت، 2008)

5) ایضاً

حکایت عثمان غنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن اپنے ایک زَر خَرِید (خریدے ہوئے) غلام کو کسی غلطی پر اُس کا کان مروڑا۔ غلام کی بے ساختہ آہ نکلی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس آہ سے متاثر ہو کر سَر بَگریبان (گردن جھکائے، شرمندہ) ہو کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سَر اٹھا کر غلام کو فرمایا۔ اے غلام تو نے اپنی آہ سے میرا کلیجہ پھاڑ دیا۔ اب اِس کا علاج یہ ہے کہ تو میرے کان کو ویسے ہی مروڑ جیسے میں نے تیرے کان کو مروڑا ہے۔ غلام اَدَب سے اِس مُکافات (بدلہ) سے ڈر گیا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار فرمایا اور سمجھایا کہ آخر میں تیرا آقا ہوں میری فرمانبرداری تجھ پر فرض ہے۔ فوراً غلام نے کان پکڑ کر تھوڑا سا مروڑا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اے بھائی اِس سے میرے جرم کی سزا پوری نہیں ہوئی ذرا زور سے مروڑ، غلام نے زور سے مروڑا پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے وہی فرمایا۔ پھر غلام نے کچھ زور لگایا اور عرض کرنے لگا۔ آقا جیسے آپ کو قیامت کے مُواخذہ (گرفت) کا خوف ہے اُسی طرح مجھے بھی ہے۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے فرمایا: اے غلام جا میں نے تجھے فی سبیل اللہ آزاد کیا اور اپنے تمام حقوق معاف کئے اور میں تجھ سے ہر طرح خوش ہوں۔ پھر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ اے خدایا عزوجل اِس کو مجھ پر خوش کر دے اور ہم دونوں کو اپنے کرم سے معاف فرما۔

فائدہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اِس فعل سے معلوم ہوا کہ کسی کے حق میں کوئی کمی ہو تو معاف کرا لیا جائے بالخصوص قرض کہ اِس کی معافی نہیں ہوتی جب تک صاحبِ قرض خود معاف نہ فرمائے یا اُس کی طرف سے اُس کے ورثاء ادا نہ کریں اِس کے متعلق عجیب و غریب واقعات احادیثِ مبارکہ و دیگر رویائے صادقہ (سچا خواب) اَسلاف (اگلے زمانے کے لوگوں) میں وارد ہیں تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "احوالِ آخرت اور اخبار القبور"۔

موت کیا ھے؟: علماء اہلسنّت فرماتے ہیں کہ: ان الموت ليس بعدم محض وإنما هو انتقال من حال إلى حال [6]

یعنی بے شک موت عَدَمِ محض (مٹ جانا) نہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔

دلائل ملاحظہ ہوں:

قرآن مجید: ۱) اللہ عزوجل نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے: بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ o فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه

(پارہ ۴، سورۃ اٰلِ عمران، اٰیت ۱۶۹، ۱۷۰)

ترجمہ: بلکہ وہ اپنے رب (عزوجل) کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ شاد ہیں اُس پر جو اللہ (عزوجل) نے اِنہیں اپنے فضل سے دیا۔

جب ظاہری طور پر موت طاری ہونے کے باوجود شہداء کا یہ حال ہے تو صدیقین اور انبیاء جن کا رُتبہ شہداء سے بدرجہا اعلیٰ اور اَرفع ہے اُن کی کیا کیفیت ہو گی۔

۲) حیاۃُ الانبیاء سے بھی ہمارا اِستدلال ہے۔ اور حیاۃُ الانبیاء پر دلائل واضح ہیں اِن میں چند یہ ہیں۔

[6] (الروح في الكلام على أرواح الأموات والأحياء، 36/1، دار الكتب العلمية بيروت)

۱۔ شب معراج بیت المقدس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوئی۔

۲۔ اِسی سفر معراج میں مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہم السلام سے توبار بار ملاقات کرنے اور نمازوں کی تعداد پچاس (۵۰) سے گھٹا کر پانچ (۵) کروانے کا واقعہ مشہور ہے جو مخالفین کو بھی مسلّم (تسلیم) ہے۔

گھر کی گواھی: مخالفین کے امام ابن القیم نے لکھا کہ یحصل من جملته القطع بأن أموت لأنبیاء إنما هو راجع إلى أن غیبوا عنا بحیث لا ندرکهم وإن كانوا موجودین جاء وا [7]

فائدہ: یہ مذکورہ دلائل اور اِن کے علاوہ اور دلائل بھی ہیں جن سے یہ اَمر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی موت کا فقط یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ ہم اِن کو نہیں پاسکتے حالانکہ وہ زندہ موجود ہیں۔ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے دلائل پڑھئے فقیر کی کتاب "حیٰوۃُ الانبیاء"۔

موت کے بعد روح کا جسم سے تعلق: اہلسنّت کے نزدیک موت کے بعد روح کا جسم سے تعلق رہتا ہے۔ علماء کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی پانچ (۵) حالتیں ہیں ہر حالت پر مختلف اَحکام مرتب ہوتے ہیں۔

۱۔ شکمِ مادر میں جب جسم میں روح پھونکی جاتی ہے۔

۲۔ جب انسان اِس جہاں میں قدم رکھتا ہے۔

۳۔ حالتِ خواب میں۔

۴۔ عالَمِ بَرزَخ میں اگر چہ روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ جدائی کُلّیۃ (مکمل طور پر) نہیں ہوتی بلکہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ کسی نہ کسی طرح باقی رہتا ہے۔

تعلقها به فى البرزخ فإنها وإن فارقته وتجردت عنه فإنها لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها التفات إليه البتة [8]

یعنی اور اِسی تعلق کی وجہ سے وہ اپنے زَائِر (زیارت کرنے والے) کو سلام کا جواب دیتا ہے اور اِس کا اُسے علم ہوتا ہے۔

کِتَابُ الرُّوحُ لِاِبنُ الْقَیِّم اور شَرَحُ الصُّدُورِ لِلسُّیُوطِی میں تفصیل پڑھئے۔

---

[7]) الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء ، 36/1.دار الكتب العلمية بيروت)

[8]) الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء ، 44/1.دار الكتب العلمية بيروت)

۵۔ قبروں سے جی اُٹھنے کے بعد روح کا تعلق جسم سے۔

اِس تعلق کے متعلق اِبن القیم نے لکھا کہ وہو أکمل أنواع تعلقها بالبدن ولا نسبة لما قبله من أنواع التعلق إليه إذ تعلق لا يقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا [9]

یعنی روح کا جسم کے ساتھ ہے یہ تعلق تمام تعلقات سے اَکمل (کامل ترین) ہے کیونکہ اِس کے بعد جسم کو نہ موت آتی ہے نہ نیند آتی ہے اور نہ اِس کے عَناصر (اجزا) میں فساد رُونما ہوتا ہے۔

فائدہ: موت کے بعد حشر تک روح کا مَقَرّ (مسکن، آرام گاہ) اور مقام کہاں ہے۔اِس کے متعلق مخالفین تو کہتے ہیں کہ موت کے بعد روح بھی عَدَمِ مَحض ہو جاتی ہے۔ جسم کی دوسری صفات علم، قوت وغیرہ کی طرح روح (حیاۃ) بھی اِس کی ایک صفت ہے جسم کے فنا ہو جانے سے جس طرح دوسری صفات فناء ہو جاتی ہیں اِسی طرح روح بھی فنا ہو جاتی ہے لیکن یہ قول سراسر باطل ہے۔کتاب و سنت اور اِجماعِ صحابہ کے علاوہ دلیلِ عقلیّہ بھی اِس کی تردید کرتی ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ○ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَٱدْخُلِى فِى عِبَٰدِى ○ وَٱدْخُلِى جَنَّتِى ○ (پارہ ۳۰، سورۃ الفجر ، اٰیت ۲۷۔۳۰)

ترجمہ: اے اِطمینان والی جان۔اپنے رَب (عزوجل) کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنّت میں آ۔

فائدہ: یہاں خطاب روحِ مطمئنہ کو ہو رہا ہے اور اُس وقت ہو رہا ہے جب وہ جسم سے الگ ہوتی ہے اگر روح کا اپنا مستقل وجود نہ ہو تا تو پھر اِس سے خطاب کیسے کیا جاتا۔اَحادیثِ کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ روح کا اپنا مستقل وجود ہے۔

وہو قول لم يقل به أحد من سلف الأمة ولا من الصحابة والتابعين ولا أئمة الإسلام [10]

یعنی یہ ایسا قول ہے کہ جسے نہ سلف صالحین میں سے کسی نے تسلیم کیا ہے نہ صحابہ، تابعین اور اَئمہ اسلام کا یہ خیال ہے۔

۲۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِس بارے میں کہ مومنین کی اَرواح برزخ میں ہیں جدھر چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

إن أرواح المؤمنين فى برزخ من الأرض تذهب حيث شاء ت فهذا مروى عن سلمان الفارسى والبرزخ ہو الحاجز بين شيئين وكأن سلمان أراد بها فى أرض بين الدنيا والآخرة مرسلة هناك تذهب حيث شاء ت [11]

---

[9] ایضاً

[10] (الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء ، 1/112،دار الكتب العلمية بيروت)

[11] (الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء ، 108/1،دار الكتب العلمية بيروت)

یعنی اہلِ ایمان کی اَرواح برزخی اَرض(زمین) میں ہیں وہ جہاں چاہیں جاتی ہیں یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) سے مروی ہے کہ بَرزخ دو (۲) چیزوں کی آڑ کو کہتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلب بھی بَرزخ سے یہی ہے کہ اَرواح آزاد ہیں جہاں چاہیں جائیں۔

تحقیق البرزخ: اہلِ لغت نے فرمایا کہ وأصله الحاجز بين الشيئين [12]

یعنی (۲) چیزوں کے درمیان جو چیز حائل ہو اُس کو برزخ کہا جاتا ہے۔

فالبرزخ هنا ما بين الدنيا والآخرة [13]

یعنی یہاں برزخ سے مراد دنیا اور آخرت کا درمیانی جہاں ہے۔

فائدہ: اِس درمیانی جہان کا انکار معتزلہ کو تھا اب اُن کی پیروی میں منکرینِ احادیث اور دیگر گمراہ فرقے منکر ہیں۔ وہابیہ (أصولی) طور پر اِسی عقیدہ کی تائید کر رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں عالَمِ برزخ ثابت ہے۔

اہلسنّت کا مذہب: اہلسنّت کے نزدیک اَرواح زندہ ہیں اور وہ عالَمِ برزخ میں ہے اُنکا جسم سے بھی رابطہ ہے اور وہ کہاں ہیں اِس میں مختلف اَقوال ہیں۔

۱۔ مومنین کی روحیں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب ہیں اور کفار کی روحیں آپ علیہ السلام کی بائیں جانب۔

۲۔ اَبو محمد ابنِ حزم کا قول ہے کہ اَجسام کے پیدا کرنے سے پہلے روح جہاں تھی موت کے بعد لوٹ کر پھر وہاں ہی چلی جاتی ہے۔

ابن حزم مستقرها حيث كانت قبل خلق أجسادها [14]

۳۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مومنین کی روحیں اللہ عزوجل کے پاس ہوتی ہیں اِس سے زیادہ اِن لوگوں نے مزید کہنے کی جرأت نہیں کی اور جتنا کچھ قرآن میں ہے ادب واحترام کے تقاضے کے پیشِ نظر اُتنا کہنے پر ہی تَوَقُّف کرتے ہیں۔

أرواح المؤمنين عند اللّٰه تعالى ولم يزد على ذلك فانه تأدب مع لفظ القرآن حيث يقول اللّٰه عز و جل بل

أحياء عند ربهم يرزقون [15]

---

[12] ایضاً

[13] ایضاً

[14] (الروح فی الکلام علی أرواح الأموات والأحياء .91/1، دار الكتب العلمية بيروت)

[15] (الروح فی الکلام علی أرواح الأموات والأحياء .104/1، دار الكتب العلمية بيروت)

۴۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اَرواح اپنے مزارات کے اُوپر ہوتی ہیں۔

الأرواح على أفنية قبورها [16]

۵۔ اہلِ ایمان کی روحیں اگر کوئی گناہ کبیرہ یا قرض رُکاوٹ نہ بنے تو وہ جنت میں ہوتی ہیں۔ لیکن اپنے جَسدِ خاکی پر اِن کی توجہ اِس طرح ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اِن کے مزارات پر حاضر ہو تو اُسے دیکھتے ہیں اور اگر کوئی سلام کہے تو اُس کا جواب دیتے ہیں اِس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے کہ روح اگر جنت میں یا اعلی عِلیِّیْن (بہشت کا سب سے بڑا درجہ) میں ہو تو اپنی قبر پر آنے والے کو اِتنی دور سے کس طرح پہچانتی ہے اور کس طرح اِس کا سلام سنتی ہے اور کیونکر اِس کا جواب دیتی ہے۔

فائدہ: مخالفین کا امام اِبن القیم منکرین کو تنبیہ کرتا ہے کہ ولا يضيق عقلك عن كون الروح في الملأ الأعلى تسرح في الجنة حيث شاءت وتسمع سلام المسلم عليها عند قبرها وتدنو حتى ترد عليه السلام وللروح شأن آخر غير شأن البدن [17]

یعنی تو اِس چیز کو تسلیم کرنے سے تنگ دل نہ ہو کہ روح جب مَلَا اعلیٰ (فرشتے) میں ہے اور جنت میں سیر وسیاحت میں مصروف ہیں تو وہ کس طرح اپنی قبر پر آنے والے کا سلام سنتی ہے پھر کس طرح نزدیک ہو کر اُس سلام کرنے والے کو جواب دیتی ہے کیونکہ روح کی شان اور ہے اور جسم کی شان اور۔

اِبن القیم نے بڑی شرح وبسط سے ثابت کیا ہے کہ روح کے لئے یہ بُعد مکانی (فاصلہ) اور یہ مسافت کی دوریاں کوئی معنی نہیں رکھتیں وہ ایک لمحہ میں مَلَا اعلیٰ سے زمین پر اور زمین سے اعلی عِلیِّیْن پر آجا سکتی ہے وہ لوگ سخت دھوکہ میں ہیں جو روح کو جسم کی طرح اِن مسافتوں کے طے کرنے سے قاصر سمجھتے ہیں۔ اِبن القیم نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کے پاس سے گزرے تو اُنہیں اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بُراق مرکبِ افلاک (آسمانوں) کی بے پایاں رفعتوں کو سمند ہمت سے روندتا ہوا چھٹے (٦) آسمان تک پہنچا تو وہاں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا منتظر پایا۔ جبرئیل علیہ السلام ایک لمحہ پہلے آسمان کی بلندیوں پر کشا نظر آتے تو دوسرے لمحے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دست بستہ بیٹھے ہوئے حاضر دکھائی دیتے لیکن اِن اُمور کو ہر آدمی تسلیم نہیں کرتا۔ صرف اُنہی سعید (خوش نصیب) روحوں کو یہ اِستعداد (قابلیت) بخشی جاتی ہے جو اِن حقائق کو سمجھتے ہیں تسلیم بھی کرتے ہیں اور ان پر یقین بھی رکھتے ہیں۔

اِس کے بعد اِبن القیم نے ایک مستقل فصل تحریر کی ہے جس میں اُس نے اِس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ تمام اَرواح کی حالت یکساں نہیں ہوتی بلکہ قوت اور ضعف (کمزوری) کبر اور صغر (چھوٹا) کے اعتبار سے ہر ایک کا درجہ الگ الگ ہوتا ہے۔ عظیم اور کبیر اَرواح کا مقام اِتنا بلند ہے جس کو اِن سے کم درجہ والی روحیں نہیں پا سکتیں۔ روحوں کے درمیان یہ تفاوت (فاصلہ اور فرق) ہم اِس مادی جہاں میں بھی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور جب روح جسمانی علائق (تعلقات)

---

[16] (الروح في الكلام على أرواح الأموات والأحياء .100/1. دار الكتب العلمية بيروت)

[17] (الروح في الكلام على أرواح الأموات والأحياء .102/1. دار الكتب العلمية بيروت)

اور مادی پابندیوں سے رُستگاری (رہائی اور نجات) حاصل کر لیتی ہے تو اُسے تصرف، قوت، ہمت اور الله کے ساتھ تعلق میں جو مقام نصیب ہوتا ہے وہ اُن روحوں کو نصیب نہیں ہوتا جو جسم کے اِس قفس (پنجرے) میں قید ہیں اور اُن کو دنیا کی زنجیر نے جکڑ رکھا ہے۔ عظیم روحیں جب قَفَسِ عُنصری (جسم انسانی) کو توڑ کر آزاد ہوتی ہیں اِن کی شان اور علو ہمتی (بلند ہمتی) کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا اور اِن سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں ظہور پذیر ہوتے ہیں جن کا تصور کرنا بھی ہمارے بس کی بات نہیں۔ بارہا لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ بھی ہیں اور انہوں نے کفار و مشرکین کے جرار لشکروں کو شکست فاش دی۔ اور اُن کو مغلوب و مقہور (قہر کیا گیا) کر دیا۔ حالانکہ مسلمانوں کی فوج ہر لحاظ سے کمزور تھی۔

وكم قد رئى النبى ومعه أبو بكر وعمر فى النوم قد هزمت أرواحهم عساكر الكفر والظلم فإذا بجيوشهم مغلوبة مكسورة مع كثرة عددهم وعددهم وضعف المؤمنين وقلتهم [18]

یعنی کئی بار خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اَبو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اِن کی اَرواح نے کفار کے لشکر اور ظالموں کو شکست دی اُن کے لشکر مغلوب ہوئے باوجود اُن کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے۔

سوال: اِن متعدد اقوال میں سے تمہارے نزدیک راجح قول کون سا ہے جس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے۔

جواب: ساری روحیں یکساں نہیں اِن میں بڑا تفاوت ہے اور اِسی تفاوت کی وجہ سے اِن کی منزلیں جُدا جُدا ہیں اور احادیث میں روحوں کے مختلف ٹھکانوں کا ذکر ہے اِن میں تضاد (مخالف) نہیں ہے بلکہ مختلف اَرواح کے مختلف مقامات ذکر کئے گئے ہیں۔

اِس بحث کو سمیٹنے سے پہلے علامہ مذکور لکھتے ہیں کہ روح اور بدن کے اَحکام اور حالات مختلف ہیں۔ روح جنت میں ہونے کے باوجود اپنی قبر سے اور اِس میں مدفون اپنے بدن سے اِتّصال (ملاپ اور قرب) رکھتی ہے اور اُوپر جانے اور نیچے اُترنے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے میں اِس کی سرعت (فوراً) رفتار کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور اِس کی چار (۴) قسمیں ہیں۔

۱۔ آزاد رُوحیں ۲۔ مُقیَّد رُوحیں ۳۔ عُلوی رُوحیں ۴۔ سفلی رُوحیں

وان لها شانا غير شأن البدن وأنها مع كونها فى الجنة فهى فى السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه وهى أسرع شىء حركة وانتقالا وصعودا وهبوطا وأنها تنقسم إلى مرسلة ومحبوسة وعلوية وسفلية [19]

فائدہ: صرف اِسی موضوع پر فقیر کا رسالہ "رُوح نہیں مرتی" پڑھیئے۔

---

[18] (الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء ، 103/1، دار الكتب العلمية بيروت)

[19] (الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء ، 116/1، دار الكتب العلمية بيروت)

اَحادیثِ صحیحہ کثیرہ سے یہ ثابت ہے کہ صاحبِ مزار اپنے زائر کو پہچانتا ہے اور اُس کی آواز سنتا ہے۔

کثرت سے احادیث ہم نے رسالہ سماع موتیٰ میں بیان کی ہیں اُن میں سے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں اور یہ اِنکار سماع موتی کا اصل عقیدہ معتزلہ کا ہے اب وہابیوں نے اُن کی وراثت میں اٹھایا ہوا ہے۔

۱۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ [20]

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کو اُس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اُس کے دوست دفن کرنے کے بعد واپس لوٹتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

۲۔ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطِّبْرَانِيُّ فِيْ الْأَوْسَطِ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيثِ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ [21]

یعنی ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابو حبان، حاکم اور بیہقی (جیسے جلیل القدر محدثین) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب میت کو اُس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اُسے دفن کرکے واپس لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔

---

[20] (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، الباب ماجاء فی عذاب القبر، 436/1، الحدیث1308، دار ابن کثیر، سنة النشر: 1414ھ/1993م)

(صحیح المسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، الباب عرض مقعد المیت من الجنة اوالنار علیه واثبات عذاب، 2201/4، الحدیث5115، دار إحیاء الکتب العربیة)

(سنن النسائی، کتاب الجنائز، الباب التسهیل فی غیر السبتیة، 96/4، الحدیث2049، مکتب المطبوعات الإسلامیة، سنة النشر: 1414ھ/1994م)

[21] (المصنف، کتاب الجنائز، فی المسألة فی القبر، 254/3، الحدیث1453 (181)، دار الفکر، سنة النشر: 1414ھ/1994م)

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمه محمد، محمد بن إسحاق بن موسى المروزي، 16/8، الحدیث7021، مکتبة المعارف، سنة النشر: 1405ھ/1985م)

(صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز وما یتعلق بها مقدما أو مؤخرا، فصل في أحوال المیت في قبره، ذکر الخبر المدحض قول من زعم أن المیت إذا وضع في قبره لا یحرك منه شيء إلى أن یبلى، 380/7، الحدیث3113، مؤسسة الرسالة – بیروت، الطبعة: الثانیة، 1414 1993)

(المستدرك على الصحیحین، کتاب الجنائز، المیت یسمع خفق نعالهم، 715/1، الحدیث1443، دار المعرفة، سنة النشر: 1418ھ/1998م)

(کتاب السنن الکبرى، کتاب الجنائز، جماع أبواب البکاء على المیت، باب المشي بین القبور في النعل، 80/4، الحدیث7053، دار المعرفة)

۳۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰه عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا مِنْ رَجُل يَزُور قَبْر أَخِيهِ وَيَجْلِس عِنْده إِلَّا اِسْتَأْنَسَ بِهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتَّى يَقُوم "[22]

یعنی حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لئے جاتاہے اوراُس کے پاس بیٹھتاہے توصاحبِ مزار کواُس سے بڑی راحت ہوتی ہے اوروہ اُس کے سلام کاجواب دیتا ہے۔

۴۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ "

(شعب الایمان للبیهقی، کتاب التاسع والثلاثون من شعب الایمان، الباب فصل فی زیارة القبور، 473/11، الحدیث 8857، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیة ببومباي بالهند، الطبعة: الأولى، 1423 هـ 2003 م)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے جاننے والے کی قبرپر آتاہے اوراُسے سلام کہتاہے توصاحبِ مزار اُس کے سلام کا جواب بھی دیتاہے اوراُسے پہچانتا بھی ہے اوراگرکسی اِیسے شخص کے مزارپر آتاہے جس سے جان پہچان نہیں ہوتی تھی اوراُسے سلام کہتاہے توقبر والااُس کے سلام کاجواب دیتاہے۔

منکرین کے امام ابن القیم کا بیان: ابن القیم سماع موتیٰ کے منکرین کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کادستِ راست (مددگار) ہے وہ سماع موتیٰ پر اجماع بتاتاہے اور لکھتاہے کہ سماع موتیٰ متواتر آثار سے ثابت ہے چنانچہ کتابُ الروح میں لکھاہے کہ والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف زيارة الحی له ويستبشر به[23]

یعنی سلف صالحین کا سماع موتیٰ پر اِجماع اوراتفاق ہے اُن سے درجہ تواتر تک ایسی روایات مروی ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ میت کی زیارت کے لئے جب کوئی شخص آتاہے تومیت کواِس کی آمد کا علم بھی ہوتاہے اوراِس سے اُسے بڑاسُرور حاصل ہوتاہے۔

---

[22] (الروح في الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنة. المسألة الأولى وهي هل تعرف الأموات زيارة الأحياء وسلامهم، 12/1، دار الكتب العلمية بيروت)

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى. الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمن لفظ الزيارة نصاً، 178/4، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى 1419)

[23] (الروح فی الکلام علی أرواح الأموات والأحياء ، 1/1، دار الكتب العلمية بيروت)

دیوبند کے شیخ عثمانی نے فتح الملهم شرح صحيح مسلم میں اس مسئلہ سماعِ موتیٰ پر متعدد احادیث اور اقوالِ علماء سے ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے: والذی تحصل لنا من مجموع النصوص والله اعلم ان سماع الموتى ثابت فی الجملة بالاحاديث الكثيرة والصحيحة۔

یعنی اِن متعدد روایات سے ہم اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صحیح اور کثیرُ التّعداد احادیث سے سماعِ موتیٰ کا مسئلہ ثابت ہے۔ (واللّٰہ اعلم)

فائدہ: یہ ثابت کرنے کے بعد کہ مردہ سنتا ہے عثمانی نے اُن آیات کا مفہوم واضح کیا ہے جن سے بظاہر سماعِ موتیٰ کی نفی سمجھی جاتی ہے وہ مولانا محمد قاسم صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ افعال کی دو (۲) قسمیں ہیں۔

۱۔ **افعال عادیته:** یعنی جن کا وقوع عادت کے مطابق اسباب وعلل کے پائے جانے سے ہوتا ہے مثلاً کسی نے کسی پر بندوق سے فائر کیا اور وہ مر گیا اِیسے افعال کی نسبت اُس بندوق چلانے والے کی طرف کی جاتی ہے۔

۲۔ **افعال غیر عادیته:** جو ظاہری اسباب وعلل کے پائے جانے کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسے کسی نے کنکریوں کی مُٹھی پھینکی اور ایک لشکرِ جرار کو شکست دے دی ایسے افعال کی نسبت اِس ظاہری فاعل کی طرف نہیں کی جاتی بلکہ براہ راست اللہ عزوجل کی طرف کی جاتی ہے جیسے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پارہ۹، سورۃ الانفال، اٰیت۱۷)

ترجمہ: اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ (عزوجل) نے پھینکی۔

یہاں بھی میتِ زیرِ زمین دفن ہے اِس کے اوپر منوں مٹی کا انبار لگا ہے نہ وہاں ہوا کا گذر ہے اور نہ روشنی کا، آواز کو کسی حد تک پہنچانے کے لئے ظاہری سبب ہوا ہے جو یہاں قطعاً مفقود (غائب ہونا) ہے اِس لئے میت اگر سنتا ہے تو اُس کو سنانے والا وہ زائر نہیں کیونکہ ہوا کے فُقدان (خاتمہ) کے باوجود آواز کو سنا دینا کسی اِنسان کے بس کا روگ نہیں۔

ایصالِ ثواب: موت کے بعد نہایت ہی ضروری ہے کہ اِیصالِ ثواب کیا جائے اور اِیصالِ ثواب شرعاً جائز ہے جس کے لئے اِیصالِ ثواب کیا جائے وہ زندہ موجود ہو، یا مردہ مرحوم، جیسا اِیصالِ ثواب کیا جائے گا۔ اِن شاءاللّٰہ عزوجل اِسے فائدہ پہنچے گا۔ اور وہ مرحوم اِس ثواب کو پاکر خوش ہو گا۔ تو اِس کارِ خیر سے روکنے کے لئے بہانے تراشنا اور تعیّین کو حیلہ بنا کر، آڑے آنا کہ فلاں تاریخ کو فلاں دن کو خصوصیت نے، یا فلاں طریقے کی عادت نے اِسے بدعت بنا دیا کسی سفیہہ (احمق اور نادان) وجاہل کا کام ہو سکتا ہے۔ یا پھر اُن گمراہوں گمراہ گروں کا، جو اپنے بطون (پیٹوں) میں جراثیمِ وہابیت لئے پھرتے ہیں اور مسلمانوں میں اِفتراق وانتشار پھیلا کر اِنہیں اُمورِ خیر سے عار (شرم) دلا کر اہلسنّت والجماعت کے اِجماع کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ مسلمان بھائی تو اتنا یاد رکھیں کہ اِیصالِ ثواب کے لئے مساکین کو کھانا کھلانا، یا اِن میں تقسیم کرنا اور نیک نیت سے خیرات کرنا، جس میں نہ محتاج پر اِحسان رکھا جائے نہ اِس کو تکلیف دی جائے اور نہ کھانے کی بے حرمتی ہونے پائے۔ یونہی پرندوں کے لئے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا، حتیٰ کے کتّے کو روٹی ڈالنا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا۔ اِن کے علاوہ اور جو اَجر وثواب کی باتیں ہیں اُن کا عمل میں لانا، اور اُن کا ثواب میت کو پہنچانا بلاشبہ جائز اور کارِ ثواب ہے۔

یونہی قرآنِ مجید پڑھنے کے لئے مسجد میں رکھنا صدقۂ جاریہ ہے جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اِس کے رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچے گا۔ اور کیسا ثواب؟ ہر حرف پر دَس (۱۰) نیکیاں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا۔

''میں نہیں کہتا کہ الٓم ایک حروف ہے بلکہ الف ایک الگ حرف ہے۔ لام ایک الگ حرف ہے۔ میم ایک الگ حرف ہے۔''

یونہی میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے۔ وہ جب تک تَر ہے رَب عزوجل کی تسبیح کرتا ہے اور مُردہ اِس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیے تحفے سے، ملائکہ اِن ثوابوں کو نور کے طبق (تھالی) میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اوراِس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے بھیجا ہے۔ (حاشیہ فیصلہ ہفت مسئلہ)

دوقدم آگے: دیوبندی وہابی موجی لوگ ہیں جو مسئلہ نہ مانیں تو نہ مانیں اگر ماننے پر آجائیں تو پھر چھلانگ لگا دیتے ہیں اِس کی تفصیل فقیر نے اپنی تصنیف "دیوبندی شتر مرغ" میں لکھ دی ہے کچھ وہی بات یہاں ہے دوسری بات دیوبندیوں کے امام اوّل مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃُ الایمان میں لکھ ماری ہے۔ جس میں بہتان تراشی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب کرکے لکھا کہ ایک دن میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (معاذاللّٰہ)

لیکن اِس کے چیلے موج میں آگئے تو ایک عام مسلمان مُردے کے لئے لکھ دیا۔ (خدام الدین ۱۶ مئی ۱۹۴۹ء میں ہے۔)

میت کو ایصال ثواب کرنے والوں کا تعارف کرایا جاتاھے: میت کو جب یہ ثواب پہنچتا ہے تو مرنے والا پوچھتا ہے کہ یہ انعام کہاں سے آیا ہے؟ یہ تحفہ کس نے بھیجا؟ تو اگر بخشنے والے اور مرنے والے کی پہچان ہو تو وہ کہتے ہیں جی تمہارا مرید، تمہارا خلیفہ، تمہارا شاگرد، تمہارا بیٹا، بیوی، خاوند، سوبرا، داماد، کوئی جو بھی رشتہ دار ہے اُس نے یہ ثواب بھیجا ہے یہ تحفہ بھیجا ہے اور اگر جان پہچان نہ ہو، مثلاً میں کہوں "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" یا اللہ عزوجل اس کا ثواب میرے ابّا سے ساتویں پشت تک دادا، دادی اور میری امّاں سے ساتویں پشت تک نانی نانا، جتنے فوت ہوچکے ہیں سب کو پہنچے۔'' تو اَب وہ جتنے ہیں امّاں کے علاوہ، ابّا کے علاوہ، ننھیال اور ددھیال میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ تو اَب وہ کہیں گے کہ یہ کہاں سے آیا؟ تو فرشتے پہچان کرائیں گے کہ یہ تیری نسل میں ایک آدمی ہے جس کا نام بشیر احمد ہے اُس نے یہ تحفہ آپ کی طرف بھیجا ہے تو زندہ انسان کے ذریعے جسے جو ثواب پہنچایا جاتا ہے، مرنے والوں کو اِس کا تعارف اور پہچان کرائی جاتی ہے وہ روحیں خوش ہوتی ہیں اِس لئے ثواب پہنچانا اچھی چیز ہے۔ اور ضرور پہنچانا چاہیے۔

تبصرۂ اویسی: مسلمانوں! خدارا سوچو ایک طرف تو یہ عقیدہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذاللّٰہ)

اور اُنہیں کیا خبر دنیا میں کیا ہو رہا ہے لیکن دوسری طرف ایک عام مسلمان کے لئے مثالیں دے کر یوں باوَر (یقین) کرایا گیا کہ گویا مُردہ گھر سے اُٹھ کر باہر ڈیرہ میں ڈیرہ ڈالے بیٹھا ہے اور گھر پر کھانا پک گیا ہے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کھانا گھر سے آیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اَب اگر یوں کہہ دیا کہ گیارہویں شریف کے ایصال ثواب پر بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم غریبوں کا تحفہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش ہوتا ہے تو بہ تقریر مذکور اِس سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو کر دعا فرماتے ہیں تو اِسی قاعدہ پر دیوبندی ہمارے ساتھ مل کر گیارہویں کریں اِن کے اکابر کے غوث اعظم پیرانِ پیر ہیں۔ اگر گیارہویں خود نہیں کرسکتے تو پھر اُسے بدعت کہنا یا اُسے بند کرنے کی گندی عادت چھوڑ دیں۔

اھلِ قبور کے حالات: مرنے کے بعد انسان اپنے کردار کے مطابق جزاء وسزا میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ اور کتب کلامیہ میں مذکور ہے کہ وہ کیسے ہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "اَخبارُ القبور" میں ہے صرف نمونہ ملاحظہ ہو۔

اگر قدریہ یا مرجئہ فرقہ سے کوئی مر جائے اوراس کی قبر تین(۳)دن کے بعد کھول کر دیکھی جائے تواِس کا منہ قبلہ سے پھِرا ہوا نظر آئے گا۔[24] (شرح الصدور)

اِسی طرح ابن ابی الدنیانے ابو اسحاق فزاری سے روایت بیان کی کہ ایک آدمی اُس کے پاس آیا۔ اُس نے بتایا کہ میں کفن چوری کیاکرتا تھاتو میں نے کئی آدمیوں کے منہ قبلہ سے پھرے ہوئے دیکھے۔[25] (شرح الصدور)

یہ عذاب تو وہ ہیں جو عام آدمی بھی دیکھ سکتاہے لیکن وہ عذاب جو جنوں اورانسانوں سے مخفی رکھا گیاہے اُس کی کیفیت تواللہ عزوجل بہتر جانتاہے کہ وہ کتنا شدید ہوگا۔ یہ دونوں فرقے مذہب اہلسنّت وجماعت کے خلاف ہیں۔ قدریہ یہ وہ فرقہ ہے کہ جو تقدیر کا منکر ہے اوراس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو پہلے سے کسی چیز کا علم نہیں ہوتا بلکہ کسی کام کے واقع ہونے کے بعد علم ہوتاہے۔ مرجئہ وہ فرقہ ہے جواِس کے قائل ہیں کہ مومن کو گناہوں سے کوئی نقصان نہیں جس طرح کافروں کو نیکیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ یعنی مومن جتنے گناہ بھی کرتا رہے اسے کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ یہ فرقہ بھی باطل راہ پر ہے۔

گستاخ اَھلِ بیت کا عبرتناک واقعہ: اِبن عساکر نے حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر پاخانہ کردیا وہ پاگل ہو گیا اور کتوں کی طرح بھونکتا تھا۔ جب وہ مر گیا تواُس کی قبر سے چیخنے اور کتوں کی طرح بھونکنے کی آواز آتی تھی۔[26] (شرح الصدور)

چوری، زنا اور شراب نوشی وغیرہ پر عذاب قبر:

ما من میت یموت وھو یسرق أو یزني أو یشرب أو یأتي شیئا من ھذہ إلا جعل معہ شجاعان ینھشانہ في قبرہ [27]

یعنی جب بھی کوئی شخص ایسے حال میں مر جائے کہ وہ چوری کرتا یازنا کرتا یاشراب پیتااوراُس قسم کے گناہ کبیرہ کا مرتکب تھاتواُس پر دو (۲) گنجے سانپ مقرر کردیئے جاتے ہیں جو اُسے قبر میں ڈستے رہتے ہیں۔

حضرت اِبن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو (۲) قبروں کے قریب سے گذرے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِن دونوں شخصوں کو عذاب دیا جارہاہے۔ اِن دونوں کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا۔ اِن میں سے ایک شخص چغل خوری

---

[24] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب عذاب القبر، وقع ذکرہ في القرآن في عدۃ أماکن الخ، 172/1، دار المعرفۃ–لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1417ھ 1996م)

[25] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب عذاب القبر، وقع ذکرہ في القرآن في عدۃ أماکن الخ، 173/1، دار المعرفۃ–لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1417ھ 1996م)

[26] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب عذاب القبر، وقع ذکرہ في القرآن في عدۃ أماکن الخ، 174/1، دار المعرفۃ–لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1417ھ 1996م)

[27] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب عذاب القبر، وقع ذکرہ في القرآن في عدۃ أماکن الخ، 172/1، دار المعرفۃ–لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1417ھ 1996م)

کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کھجور کی ٹہنی منگوا کر اُس کے دو (۲) ٹکڑے کیے، ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھا اور فرمایا (ایسا اس لئے کیا) تاکہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں ان سے عذاب میں تخفیف ہو۔[28] (مسلم شریف، جلد۱)

حدیث پاک سے حاصل ہوا کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا اور چغل خوری عذاب کے سبب ہیں۔ اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے،

پیشاب سے بچ جاؤ کیونکہ عموماً عذاب قبر اِسی سے ہوتا ہے۔[29] (شرح الصدور)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے پردے میں یعنی عام لوگوں سے پردہ فرما کر پیشاب کیا تو ایک منافق کہنے لگا دیکھو یہ شخص ایسے پیشاب کرتا ہے جیسے عورتیں پیشاب کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ ایک دوسرے سے بلا حجاب پیشاب کرتے تھے۔ صرف عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اُس کی بات سنی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ عزوجل تم پر رحم کرے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو جو پہنچا (یعنی اُن کے جسم کپڑوں وغیرہ کو اگر پیشاب کے قطرات لگ جاتے) تو وہ قینچیوں سے اُن مقامات کو کاٹتے تھے۔ ایک شخص نے اُنہیں اِس سے منع کیا، وہ عذابِ قبر میں مبتلا ہو گیا اس سے۔"[30]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج کی رات کئی گنہگاروں کو دیئے جانے والے عذابات کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک قوم پر گذر ہوا، دیکھا کہ اُن کے سر پتھروں سے پھوڑے جا رہے ہیں، جب اُن کے سر کچل دیئے جاتے ہیں تو اُن کو پہلی حالت کی طرف لایا جاتا ہے جب صحیح ہو جاتے ہیں پھر اُن کے سر کچل دیئے جاتے ہیں یہ سلسلہ لگاتار جاری ہے کسی وقت بند نہیں ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے، نماز صحیح ادا نہیں کرتے تھے اور نماز اپنے وقت میں اَدا نہیں کرتے تھے۔[31]

اللہ عزوجل کا اِرشادِ گرامی ہے: فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ o الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ o (پارہ۳۰، سورۃالماعون، اٰیت ۴،۳)

ترجمہ: تو اُن نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

اِس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نمازوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتے ہیں یہاں تک کہ نمازیں اُن سے ضائع ہو جاتی ہیں اور وہ اَدا ہی نہیں کر پاتے یا وہ سُستی کرتے رہتے ہیں، نماز کا وقت نکلنے والا ہوتا ہے تو آتے ہیں، اِس طرح نماز نہیں اَدا کرتے جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اَدا کی اور نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین رحمہم اللہ المبین، سلف صالحین رحمہم اللہ المبین کی نمازوں کی طرح اَدا کرتے ہیں بلکہ رکوع وسجود اِس طرح اَدا کرتے ہیں

---

[28] (صحیح البخاري، كتاب الوضوء ، باب ما جاء في غسل البول، 89/1، الحديث: 215، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/1993م)
(صحيح مسلم ، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 241/1، الحديث: 439 (292)، دار إحياء الكتب العربية)

[29] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب عذاب القبر، وقع ذكره في القرآن في عدة أماكن الخ، 161/1، دار المعرفة-لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[30] (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، الترهيب من منع الزكاة وما جاء في زكاة الحلي، 308/1، الحديث: 1140، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة: الأولى، 1417)

[31] (الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، الترهيب من منع الزكاة وما جاء في زكاة الحلي، 308/1، الحديث: 1140، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة: الأولى، 1417)

جس طرح مرغی یا کوئی پرندہ جلدی جلدی چونچیں زمین پر مار کر دانہ اُٹھاتا ہے، خشوع وخضوع سے نماز ادا نہیں کرتے۔ یا سُستی کرتے کرتے مکمل طور پر وقت نکال دیتے ہیں اِس طرح بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر نمازیں قضا کر دیتے ہیں۔

مزارات پر قبہ جات: اولیاء کرام علیہم الرضوان کے مزارات پر قبہ جات وغیرہ جائز ہیں جنہوں نے حرام کہا ہے وہ نجدی ہیں۔ وہ ہر ایک قبر کو بالشت سے اونچا کرنا مکروہ کہتے ہیں حالانکہ ایک بالشت سے اونچی قبر مکروہ نہ ہونے کے بے شمار دلائل ہیں علامہ شامی نے لکھا کہ

۱) (قَوْلُهُ: قَدْرَ شِبْرٍ) أَوْ أَكْثَرَ شَيْئًا قَلِيلًا بَدَائِعُ[32]

یعنی ایک بالشت یا اس سے کچھ اور بڑھ کر قبر مثل کوہانِ شتر بلند بنائی جائے جیسا کہ بدائع میں ہے۔

۲) ويجعله مرتفعا عن الأرض قدر شبر أو أكثر بقليل[33]

یعنی قبر کو زمین سے ایک بالشت یا اِس سے کچھ اور زائد بلند بنائے یہ فقہ کی مُتعدِّد (بہت سے) کتبِ مُعتبرہ میں ہے۔

قبور پر بوقت حاجت کتابت:

۱) وَيَتَقَوَّى بِمَا أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ { أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ حَجَرًا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَقَالَ: أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي وَأَدْفِنُ إلَيْهِ مَنْ تَابَ مِنْ أَهْلِي } فَإِنَّ الْكِتَابَةَ طَرِيقٌ إلَى تَعَرُّفِ الْقَبْرِ بِهَا[34]

یعنی قبر پر کتابت کی تقویت اِس حدیث سے ہوتی ہے جو ابو داؤد نے بسند جید روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پتھر اُٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے رکھا اور فرمایا کہ اِس سے ہم اپنے بھائی کی قبر کی پہچان کرتے ہیں اور یہاں جو ہمارے اہل سے وفات پائے گا اسے دفن کریں گے پس بیشک قبر پر کتابت بھی اس کی پہچان کا ایک طریقہ ہے۔

۲) فَقَدْ أَخْرَجَ الْحَاكِمُ النَّهْيَ عَنْهَا مِنْ طُرُقٍ، ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ الْأَسَانِيدُ صَحِيحَةٌ وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهَا، فَإِنَّ أَئِمَّةَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ الْمَشْرِقِ إلَى الْمَغْرِبِ مَكْتُوبٌ عَلَى قُبُورِهِمْ، وَهُوَ عَمَلٌ أَخَذَ بِهِ الْخَلَفُ عَنْ السَّلَفِ اهـ[35]

یعنی محدث جلیل حاکم نے بھی کتابت کی کئی طریق سے روایت کرنے کے بعد فرمایا۔ یہ سندیں صحیح ہیں لیکن اِن پر عمل نہیں ہے۔ اِس لئے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک ائمہ مسلمین کے مزارات پر کتابت موجود ہے اور یہ اِیسا کام ہے کہ ہم اپنے اگلوں سے لیتے ہیں۔

---

[32] (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، 2/237، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1412ھ/1992م)

[33] (مراقي الفلاح شرح متن نور الإیضاح، کتاب الصلاۃ، (فصل) فی حملها ودفنها، 1/226، المکتبۃ العصریۃ، الطبعۃ: الأولی، 1425 ھ 2005م)

[34] (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، 2/237، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1412ھ/1992م)

[35] (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب في دفن المیت، 2/237، دار الکتب العلمیۃ، سنۃ النشر: 1412ھ/1992م)

بہر حال بزر گانِ اسلام کے مزارات پر قبہ جات جائز ہیں۔ اِس کا اِنکار صرف نجدیوں اور اُن کے چیلوں کو ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نجدیوں کی حکومت سے پہلے صدیاں گزریں ہر اسلامی و غیر اسلامی ملکوں میں بزر گانِ اسلام کے مزارات پر قبہ جات بنائے گئے جو تاحال صدیوں سے موجود ہیں۔ اگر ناجائز ہوتے تو اِسلاف صالحین اِن کو گرا دیتے۔ اَہلِ انصاف غور فرمائیں کہ جمہور علماء و صلحاء اور اولیاء فقہاء و محدثین جائز کہیں اور ایک نجدی محمد بن عبد الوہاب ناجائز کہے تو حق جمہور کی طرف ہو گا یا نہ، اور یہ اکیلا مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ [36] کا مستحق ہوا یا نہ۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "مزارات پر قبہ جات۔"

وہ اعمالِ صالحہ جو قبر میں کام آئیں گے: عقیدۂ اہلسنّت پر مرنے کے بعد ہر نیک کام قبر کا ذخیرہ ہے چند ایک فقیر یہاں درج کرتا ہے شاید کسی کا بھلا ہو۔

۱) نسائی اور اِبن حبان نے اپنی صحیح میں اور اِبن مردویہ اور دار قطنی نے ابو امامہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر نماز کے بعد آیت اُلکرسی پڑھی وہ مرتے ہی جنت میں جائے گا۔ [37]

۲) احمد نے حذیفہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کلمہ محض اللہ عزوجل کی رضامندی کے لئے پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گا اور اُس کا خاتمہ بھی کلمہ پر ہو گا اور جس نے کسی دن اللہ عزوجل کی رضاجوئی کے لئے روزہ رکھا تو اُس کا خاتمہ بھی اِس پر ہو گا اور داخلِ جنت ہو گا۔ اور جس نے اللہ عزوجل کی رضا کے لئے صدقہ کیا اُس کا خاتمہ بھی اِس پر ہو گا اور وہ داخلِ جنت ہو گا۔ [38]

۳) ابو نعیم نے خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اِس بات کو پسند کرتے تھے کہ کسی شخص کا انتقال کسی اچھے کام کے بعد ہو۔ مثلاً حج، عمرہ، غزوہ (جہاد)، رمضان کے روزے وغیرہ۔ [39]

۴) دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بحالتِ روزہ مَرا، قیامت تک اللہ عزوجل اُس کے حساب میں روزے لکھ دے گا"۔ [40]

۵) ابو نعیم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو رِحلَت (انتقال) کرے گا وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن اس پر شہداء کی مُہر ہو گی"۔ [41]

---

[36] (المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، لا يجمع الله هذه الأمة على الضلالة أبدا، 316/1، الحديث 171، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/1998م)

[37] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب الأعمال التي توجب لصاحبها تعجيل الوصول إلى الجنة عقب الموت، 307/1، الحديث: 1، دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[38] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب أحسن الأوقات للموت، 306/1، الحديث: 2، دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[39] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب أحسن الأوقات للموت، 306/1، الحديث: 3، دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[40] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب أحسن الأوقات للموت، 306/1، الحديث: 4، دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[41] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب أحسن الأوقات للموت، 306/1، الحديث: 5، دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

۲) حمید نے اپنی ترغیب میں اپنی سند سے ابو جعفر سے روایت کیا کہ "جمعہ کی رات روشن ہے اوراِس کا دن جھلملاتا ہے۔ جو شخص جمعہ کی رات کو رحلت کرے گا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور جو جمعہ کے دِن مرے گا وہ عذابِ جہنم سے آزاد ہو گا"۔ [42]

مزید تفصیل فقیر کی تصنیف "اِعَانَۃَ الْاَحْبَابِ بِاِیْصَال الثواب" میں پڑھئے۔

ایصال ثواب: ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پڑھ کر یا صدقات و خیرات کرکے مردوں کو ثواب بخشنے کا نام عربی میں "ایصالِ ثواب" ہے۔ اہلسنّت میں مختلف ناموں سے مروج ہے مثلاً گیارہویں شریف، بزرگانِ اسلام کے اَعراس(عرس) اور عام مُردوں کے تیجہ، چہلم، جمعراتیں، سالیانہ، ختم شریف وغیرہ وغیرہ۔ اِس کا اِنکار سابق زمانوں میں معتزلہ فرقہ کو تھا جنہیں قُدَمَاء (قدیم) اہلسنّت کے دلائل نے مار مٹایا۔ ہمارے دور میں اِن کے مردہ مذہب کو وہابی دیوبندی فرقے زندہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اِن کا مذکورہ بالا اُمور کا انکار فرقہ معتزلہ کے مردہ مذہب کے زندہ کرنے کی سازش ہے ورنہ عوام و خواص سب کو معلوم ہے کہ مذکورہ بالا ایصال ثواب ہی تو ہیں صرف بوجہ ضرورت نام بدلا ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ نام بدلنے سے کام نہیں بگڑتا۔ الحمد للّٰہ عزوجل فقیر نے ہر مسئلہ کی تحقیق پر علیحدہ علیحدہ تصنیفیں لکھی ہیں۔ اور ایصالِ ثواب کے متعلق صحاح ستہ میں صحیح روایات سے ثبوت موجود ہے۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کے ساتھ اِس کی تعلیم فرمائی ہے لیکن افسوس کہ ناخلف(جانشین اور ورثاء) اولاد کا یہ حال ہے کہ ایصالِ ثواب کی اہمیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں بلکہ جو کوئی اِس پر عمل کرتا ہے اُسے بدعت کا ڈَر سُنا کر اِس کے بند کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کی جاتی ہے۔

بہر حال عید بقر عید فطرہ و دیگر خاص ایّام میں اپنے پیاروں کو ضرور ہدیہ بھیجنا چاہیے۔ ماں باپ اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی بھائی کو، دوست دوست کو۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ آپ سے فلاں چیز کا خواہشمند ہے تو پھر اُس کو خوش کرنے کے لئے کتنی کوشش فرماتے اسے اَب سمجھئے کہ وہ تمہارا منتظر ہے تو تم اُن کے انتظار کی قدر کرو۔ اِسی لئے تمام دوستوں اور اقربا کو چاہیے کہ اپنے دوست اور اقربا کو یاد رکھیں۔ لیکن لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ دُنیا کے دھندوں میں پھنس کر اپنے عزیزوں کو جو مر گئے بالکل بُھول جاتے ہیں۔ روز مرہ کی یاد کہاں۔ بھلا اگر تہواروں کو بھی یاد کرلیں تو غنیمت ہے۔ کیونکہ تہواروں میں کھانوں کی کثرت ہوتی ہے۔ طرح طرح کی چیزیں پکتی ہیں۔ دوست آشناؤں میں تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔

افسوس! زندوں کو تو تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے اور زندہ خود بھی پکوا کر کھا سکتا ہے۔ لیکن مُردے جو بالکل عاجز و بیکس ایک تنگ و تاریک غار میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں۔ اَب وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اُن کو ذرا بھی یاد نہ کریں۔ کِس قدر غفلت کی بات ہے۔

قَدِیمُ الاَیّام(پرانے زمانہ) سے تہواروں میں فاتحہ کا دستور چلا آتا ہے۔ گویا بزرگوں کا حکم دیا ہوا اور احادیث سے اِستِنباط (نتیجہ اخذ کرنا) کیا ہوا ہے بلکہ یہ مسلمان جو تہواروں میں فاتحہ دیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام علیٰحدہ حصّہ نکالتے ہیں۔ چنانچہ اِمام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھتے ہیں:

---

[42] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب أحسن الأوقات للموت، 306/1، الحديث: 6 دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417ھ 1996م)

بباید که ہرگاه صدقه میت نیت کند اوّل باید که به نیت آں سرور علیه وعلیٰ آلهٖ الصلوٰة والسلام ہدیه جدا سازد۔ بعد زاں تصدق کرد که حقوق آں سرورعالمافوق حقوق دیگراں است ونیزبریں تقدیر احتمال قبول صدقه است بطفیل آں سرور علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والتحیات۔

یعنی جب کوئی میت کے لئے صدقہ کی نیت کرے توسب سے پہلے اِس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نیت کرنی چاہیے۔ اور ہدیہ علیحدہ کرنا چاہیے۔ اِس کے بعد تصدُّق کرے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق سب کے حقوق سے بڑھ کر ہے اور اِس طرح سے یہ احتمال (گمان) بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طفیل صدقہ بھی قبول ہو جائے۔

فائدہ: امام ربانی قدس سرہٗ کا عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قابلِ تقلید ہے کہ کیسے عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اُمت کی رہبری فرما رہے ہیں۔

امام ربانی کو عزیزوں کی یاد: امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ رحمہ مکتوبات، جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

بیاراں دوستاں فرمائیند که ہفتاد ہزاربارکلمه طیبه لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بروحانیت مرحومی خواجه محمد صادق وبروحانیت مرحومه ہمشیره اوام کلثوم بخوانند۔ وثواب ہفتاد ہزاربارروحانیت یکے بخشند ہفتاد ہزاربارديگررا بروحانیت دیگرے ۔ از دوستاں دعا وفاتحه مسؤل است۔

یعنی یاروں اور دوستوں کو کہہ دیں کہ ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مرتبہ کلمہ طیبہ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مرحومی خواجہ محمد صادق کی روحانیت کے لئے اور ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مرتبہ اِن کی ہمشیرہ مرحومہ اُمِ کلثوم کی روحانیت کے لئے پڑھیں اور ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) کا ثواب ایک کی روحانیت کو اور ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) کا ثواب دوسرے کی روحانیت کو بخشیں۔ دوستوں سے فاتحہ اور دُعا کے لئے اِلتماس (گزارش) ہے۔

فائدہ: حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے عزیز بچوں کے لئے کس طرح سرمایۂ قبر جمع کرنے کی جدوجہد فرما رہے ہیں بلکہ مریدین سے بھی اِس کے لئے اِلتماس فرما رہے ہیں اگر اِیصالِ ثواب کا یہ سرمایہ اہلِ قبور کو مفید نہ ہوتا تو امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اِس طرح کی جدوجہد اور اِلتماس اَز مریدین کی ضرورت کیا تھی۔

حضرت اِمام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عجیب قصّہ لکھتے ہیں وہ یہ کہ علی بن موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک جنازہ پر تھا۔ بعد دَفن کے ایک اندھا قرآن مجید پڑھنے لگا۔ اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے آدمی یہ کام بدعت ہے۔ جب مقبرہ (قبر کی جگہ) سے نکلے تو محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ تم مبشر ابن اسماعیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ کو کیسا جانتے ہو۔ فرمایا: وہ ثقہ یعنی معتبر ہے۔ اِس نے پوچھا۔ تم نے اُن سے کچھ علم سیکھا ہے۔ اِمام نے فرمایا، ہاں۔ جب اِن کے اِقرار سے معلوم ہوا کہ وہ اُستاد ہیں اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تب اِس نے کہا۔ کہ خبر دی مجھ کو مبشر بن اسمٰعیل نے۔ اُن کو خبر پہنچی عبد الرحمن سے کہ جب اُن کو باپ علاء بن الحلاج کا انتقال ہوا، وصیت فرمائی کہ جب میں دفن کیا

جاؤں تو میرے سرہانے قبر کے پانچ (۵) آیت اور رکوع امن الرسول پڑھو۔اور یہ کہا کہ میں نے اِبن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو سنا ہے وصیت کرتے تھے اِس بات کی اُس وقت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مقبرہ میں جاؤ۔اور اِس اندھے کو کہہ دو کہ قرآن مجید پڑھتا رہے۔[43]

قرآن خوانی: بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ، وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ، وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ.[44]

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس وقت تم میں سے کوئی مر جائے۔تو اُس کو بند نہ کرو۔یعنی میت کے دفن کرنے میں بغیر عذر کے تاخیر نہ کرو۔اوراُس کو اُس کی قبر کی طرف جلدی پہنچاؤ۔اوراُس کے نزدیک ابتدائے سورۂ بقرہ مُفْلِحُون تک پڑھو۔

قبورپرقرآن خوانی: اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ إِذَا دَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَءُوا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَاجْعَلُوا ثَوَابَ ذَلِكَ لِأَهْلِ الْمَقَابِرِ، فَإِنَّهُ يَصِلُ إِلَيْهِمْ[45]

یعنی جب تم مقابر میں داخل ہو تو سورۂ فاتحہ، معوذتین اور سورہ اخلاص پڑھو۔اور اِن کا ثواب اہل مقابر کو بخشو۔وہ اِن کی طرف پہنچتا ہے۔

اغبیائے زمانہ پر تعجب: ہمارے دور میں قبر پر قرآن خوانی پر اِنکار ہے بعض اِس سے بڑھ کر (مطلقاً) قرآن خوانی برائے میت کے منکر ہیں خواہ گھر میں یا کسی اور جگہ پڑھ کر میت کو ثواب بخشا جائے۔اِس سے معتزلہ کے مذہب کو زندہ کرنے کا منصوبہ نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ وہ سرے سے قبر کے اندر عذاب و ثواب کے منکر تھے اور یہ بھی منکر ہیں صرف فرق اِتنا ہے کہ وہ اصل مسئلہ کے منکر تھے اور یہ اِس کے اسبابِ خیر کے منکر ہیں حالانکہ اِتنا تو وہ بھی مانتے ہیں کہ قبر کو سبز ٹہنیاں فائدہ دیتی ہیں خواہ قدرتی طور پیدا ہوں یا بعد کو رکھی جائیں جب کہ حدیثِ بخاری شریف سے فقیر نے ذکر کیا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ قبر کے ساتھ ذکرِ الٰہی اور تسبیح و تہلیل فائدہ پہنچاتے ہیں لیکن اَفسوس ہے کہ انہیں ذکرِ الٰہی کا اقرار ہے لیکن کلامِ الٰہی کے فائدہ پہنچانے کا اِنکار۔ذیل میں وہ روایات عرض کرتا ہوں جن امور سے اَہلِ قبر کو فائدہ نصیب ہوا۔

---

[43] (إحياء علوم الدين ،بيان زيارة القبور والدعاء للميت وما يتعلق به ، 492/4، دار المعرفة بيروت)

[44] (شعب الایمان للبیہقی، کتاب التاسع والثلاثون من شعب الایمان الباب فصل فی زیارۃ القبور، 471/11، الحدیث: 8854 ، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند، الطبعة: الأولى، 1423 هـ 2003 م)

(المعجم الكبير ،باب العين، من اسمه عبد الله، عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما ، ومما أسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ، عطاء بن أبي رباح عن ابن عمر ، 444/12، الحديث: 13613 ، مؤسسة الرسالة)

[45] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز ، باب دفن الميت، 1228/3، دار الفكر)

قرآن خوانی: حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وعن حمید بن الأعرج قال من قرأ القرآن وختمه ثم دعا أمن علی دعائه اربعة آلاف ملك ثم لا یزالون یدعون له ویستغفرون ویصلون علیه الی المساء او الی الصباح[46]

یعنی اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک ختم کرے گا اور پھر دعا مانگے تو اُس کی دعا پر چار ہزار (۴۰۰۰) فرشتے آمین کہتے ہیں اور پھر ہمیشہ اُس کے لئے صبح وشام دعا کرتے ہیں اور دعائے مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

اور ایک حدیث پاک میں ہے:

قرآن پاک کے ایک حرف کے پڑھنے سے دس (۱۰) نیکیاں ملتی ہیں۔ اور الٓمّ ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے، اور میم تیسرا حرف ہے تو جو شخص صرف الٓمّ پڑھے گا اُس کو تیس (۳۰) نیکیاں ملیں گی۔ [47] (الحدیث)

مذکورہ آیتِ کریمہ و حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ ایک تو قرآنِ پاک پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور دوسرا قرآن پاک پڑھنے کے بعد دُعا قبول ہوتی ہے اور چونکہ انسان کے مرنے کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے اور ختم شریف کے وقت قرآنِ پاک ہی پڑھا جاتا ہے لہٰذا اُس وقت کی دعاء میت کے حق میں مفید اور اِس کی بخشش کا سبب بن جاتی ہے۔

اہلسنّت میں اِس کا بہت رواج ہے کہ مُردہ کا جنازہ ابھی گھر میں ہے تو قرآن خوانی شروع ہو جاتی ہے بعض خوش قسمت تو قبر پر حافظ بٹھا کر ہفتہ بھر قرآن خوانی کراتے ہیں بعض اوقات روزانہ ورنہ جمعہ کی شب چالیس (۴۰) دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ الحمدللہ عزوجل اِس طریقۂ خیر سے میت کو قبر میں بڑا فائدہ ہوتا ہے اِس سے بھی وہابی، دیوبندی فرقہ کو اِنکار ہے۔ ثبوت کے لئے پڑھئے فقیر کا رسالہ "قرآن خوانی کا ثبوت"۔

ایصالِ ثواب: اِس کی تفصیل گزر چکی ہے چند حوالے یہاں پڑھئے۔

۱) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ پس کون سا صدقہ بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "پانی"

فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ [48]

یعنی پس حضرت سعد نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔

---

46) (تفسیر روح البیان، الانعام: 92، 66/3، دار الفکر بیروت)

47) (سنن الترمذي» كتاب فضائل القرآن» باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الأجر، 161/5، الحديث: 2910، دار الكتب العلمية)

48) (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في فضل سقي الماء، 130/2، الحديث1681، المكتبة العصرية)

۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو صدقہ کی تلقین کرتیں۔ اب اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں اُن کی طرف سے صدقہ کردوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا[49]

یعنی ہاں تم اِن کی طرف سے صدقہ کرو۔

۳) ایک حدیث شریف میں ہے: مَنْ قَرَأَ الْإِخْلَاصَ أَحَدَ عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهَا لِلْأَمْوَاتِ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَاتِ[50]

یعنی جو شخص گیارہ (۱۱) بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر اِس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو اِس کو تمام مُردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

۴) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میں اپنے فوت شدہ والد کی طرف سے غلام آزاد کرسکتا ہوں فرمایا: "ہاں"۔ [51] (شرح الصدور، صفحہ۱۲۹)

حکایت: ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی مرید کا رنگ اچانک مُتَغَیَّر (تبدیل) ہوگیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبب پوچھا تو اُس نے کہہ دیا کہ ابھی ابھی میں نے کشف کی حالت میں اپنی ماں کو دوزخ کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار کلمہ شریف کبھی پڑھا تھا یہ سمجھ کر کہ (بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جی ہی جی میں اُس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اُسے اطلاع نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان خوش اور ہشاش بشاش ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبب پوچھا تو اُس نے عرض کیا کہ اَب میں نے اپنی ماں کو جنت میں دیکھا ہے۔ اِس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اِس جوان کے مُکاشَفَہ (انکشافِ راز) کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح (درستگی) اِس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔" [52] (مظاہرِ حق، جلد۱، صفحہ۳۶۸)

---

[49] (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب ما يستحب لمن توفي فجاءة أن يتصدقوا عنه وقضاء النذور عن الميت، 1015/3، الحديث2609، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/1993م)

[50] (الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية، وسئلت عن الحكمة في قراءة سورة الإخلاص أحد عشر مرة لمن دخل المقابر، 549/2، الحديث: 136، دار الراية للنشر والتوزيع، الطبعة: الأولى، النشر: 1418هـ)

(فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 143/3، دار الفكر)

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، 115/3، الحديث: 79213، دار إحياء التراث العربي)

(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور، 243/2، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1412هـ/1992م)

[51] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب ما ينفع الميت في قبره، 301/1، الحديث: 46 دار المعرفة –لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[52] (الاسرار المرفوعة المعروف بالموضوعات الكبرىٰ، احاديث الذكر علىٰ اعضاء الوضوء، ص 345، دار الكتاب العربية بيروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کا جب جنت میں ایک درجہ بڑھاتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یااللہ عزوجل یہ درجہ مجھے کیسے ملا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے **بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ**۔ تیرے درجے کی یہ بلندی تیری اولاد کے تیرے لئے اِستغفار کی وجہ سے ہے۔ [53] (شرح الصدور، صفحہ۱۲۷)

مخالفین کے پیشواؤں کی تائیدات: مذکورہ بالا روایت کے ساتھ مخالفین کے پیشوا بھی یہی کہتے ہیں جو ہم نے کہا۔

۱۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ "نہ پندارند کہ نفع رسانید باموات باطعام وفاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل است" (صراطِ مستقیم)

یعنی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مُردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا اچھا نہیں کیونکہ یہ بات بہتر و افضل ہے۔

۲۔ مخالفین کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ

"نفسِ ایصالِ ثواب بأرواح واموات میں کسی کو کلام نہیں (اگر) اِس میں بھی تحقیق و تَعَیّن (ممکن) کو مَوقُوف عَلَیہ (وہ جسے فائدہ پہنچانے کے لئے وقف کیا جائے) ثواب کا سمجھے یا واجب وفرض اِعتِقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعثِ تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں۔" [54]

(فیصلہ ہفت مسئلہ ، صفحہ۱۱)

مزید تفصیل فقیر کے رسائل بالخصوص "اِعَانَۃَ الْاَحْبَابِ بِاِیصَالِ الثَّوَاب" میں پڑھیے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ ٗ

بہاول پور۔ پاکستان

☆......☆......☆

---

[53] (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب ما ينفع الميت في قبره، 296/1، الحديث: 19 دار المعرفة–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417هـ 1996م)

[54] (فیصلہ ہفت مسئلہ از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، دوسرا مسئلہ: فاتحہ مروّجہ، ص29، مسلم کتابوی، لاہور)